# میری روح میں اتر زرا

از عنایہ احمد

قسط نمبر سولہ:

دو گھنٹے بعد جب ارتضی گھر آیا تب بھی خاصا تپا ہوا تھا۔ ابھی وہ کمرے میں گیا ہی تھا جب رباب جینز اور کرتے میں اندر داخل ہوئی تھی۔

"یہ کیا حلیہ بنا کے گھوم رہی ہو تم۔ کوئی ڈھنگے کے کپڑے نہیں تمہارے پاس۔" ارتضی نے کڑے تیوروں سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں ہیں ناں ۔ ابھی کل ہی تو میرے شوہر نے مجھے برینڈز سے شاپنگ کروائی تھی۔ اور پچھلے ہفتے میں دوبئی سے شاپنگ کر کے لوٹی ہوں ۔" رباب نے بھی تنک کے جواب دیا تھا۔

"شٹ اپ ۔ کبھی گھر ٹکی ہو گی تو شوہر کو پتہ ہو گا ناں کہ ایک بیوی بھی ہے اسکی ۔ سیر سپاٹوں سے فرصت نہیں خود کو اور اب مجھ پہ الزام نہ دھرو ۔" ارتضی بھی میدان میں اتر چکا تھا۔

"ہاں تو شوہر ابھی دو گھنٹے پہلے شاندار رخصتی کرواتو لایا ہے ۔" رباب نے کچھ دیر پہلے والی زبردستی پہ طنز کیا تھا۔

"ہاں تو شاندار رخصتی بھی ہوئی تھی ۔مگر تمہیں وہ راس ہی کب آئی تھی ۔"ارتضی کونسا کم تھا ۔تبھی ارتضی کی شرٹ پہ لگے خون کے دھبے پہ رباب کی نظر پڑی تھی۔

"یہ ۔۔یہ کیا ہوا ہے آپکو ؟؟چوٹ کیسے آئی ؟؟لڑائی کی ہو گی کسی سے ؟؟"رباب کا اگلا پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ارتضی نے رباب کی نظروں کے تعاقب میں اپنی شرٹ کو دیکھا تھا۔

"ہاں جی غصہ تو ارتضی صاحب میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہے ۔لے لیا ہو گا کسی سے پنگا ۔میٹر تو ایک منٹ میں گھوم جاتا ہے ۔"رباب بی بی پٹر پٹر کر رہی تھی۔

"رباب اپنی زبان کیا تم تھوڑی دیر کے لیے بند کر سکتی ہو؟؟" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"ارتضی بیٹا کھانا کھا لیا تم نے۔۔؟" تبھی فہمیدہ بیگم نے دروازے سے پوچھا تھا۔

"ماما آپ کی بہو کی انکوائری ختم ہو گی تو کچھ اور کرونگا۔" ارتضی نے رباب کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"تم تو یونہی بچی پہ خفا ہوتے رہتے ہو۔رباب ارتضی کو بھی کھانا دو اور خود بھی کھا لو تم۔بلکہ میں خود بھیجواتی ہوں کھانا۔" فہمیدہ بیگم کہتے ہوئے چلی گئی تھیں۔

"کونسے راز اگلوا لئے ہیں میں نے جو یوں الزام دھر رہے ہیں مجھ پہ ۔توبہ ایک یہ ہی پوچھ لیا ہے کہ شرٹ پہ خون کا نشان کہاں سے آیا ہے ۔"رباب نے غصے سے کہا تھا۔

"حمدان کو گولی لگی ہے اسکے خون کا نشان ہے ۔"ارتضی نے کہتے ساتھ ہی رباب پہ بم پھوڑا تھا۔

"کیا ؟؟حمدان کو ؟؟اب کیسا ہے وہ ؟؟"رباب کو فکر نے آن گھیرا تھا۔

"بہتر ہے اب ۔یونی میں جو جھگڑا ہوا تھا حلانکہ وہ اس میں ایک ثالث کا کردار ادا کر رہا تھا۔مگر زین شاہ کے بندوں نے اسکو گولی مار دی ۔"ارتضی نے رباب کی پریشانی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ ۔۔آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا ۔"رباب اس پہ غصے ہوئی ۔

"اگر تمہاری زبان درازی بند ہو تو ہی اگلا بندہ کچھ کہے گا ناں ۔جب سے آیا ہوں تم رپیڈ فائر کرتی جا رہی ہو۔میں بھی بندہ بشر ہوں ۔باہر سے تھکا ہوا آیا ہوں ۔ صبح سے پریشانی میں گھوم رہا ہوں ۔پھر آپ محترمہ کا کارنامہ ۔اور اب جب گھر آیا ہوں تو نیا سوال نامہ کھول کے بیٹھ گئی تھی میرے سامنے ۔"ارتضی سرد لہجے میں جتاتا اٹھ کے واش روم میں بند ہو گیا ۔پہلی دفعہ رباب کو اپنے رویے میں ندامت محسوس ہوئی ۔وہ بھی انسان تھا اسکو بھی توجہ چاہئیے تھی۔اب انکی رشتے کی نوعیت بھی بدل گئی تھیں مگر ان دونوں کے رویوں میں فرق نہیں آیا تھا۔

---

رباب کمرے سے باہر آئی تھی اور مناہل کو پہلا خیال اسکو آیا تھا ۔اسکا نمبر ملا کے وہ گارڈن میں نکل آئی ۔

"اسلام علیکم ۔ارے واہ آج کیسے رباب ارتضی نے ہمیں صبح صبح یاد کر لیا ۔"مناہل کی چہکتی آواز گونجی تھی۔

"بکو مت ۔"رباب نے اسکو ٹوکا تھا۔رباب جانتی تھی اس خبر کو سننے کے بعد مناہل کی کیا حالت ہو گی ۔کیونکہ وہ مناہل کی فیلنگز کو جانتی تھی حمدان کو لے کر۔

"اتنی سڑی ہوئی کیوں ہو ۔"مناہل نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"میں ہوں ہی ایسی ۔"رباب نے پھیکے لہجے میں کہا تھا۔

"یہ انکشاف کب ہوا تمکو ۔"مناہل آج زیادہ ہی اچھے موڈ میں لگ رہی تھی۔

"آج تو یونی سے چھٹی ہو گی ۔ موجیں ہی گئی ہیں ۔" مناہل نے رباب سے کہا تھا۔

"مناہل تمہیں پتہ ہے کہ آج یونی سے چھٹی کیوں ہوئی ہے ؟" رباب نے اس سے پوچھا تھا۔

"ہو گئی کوئی وجہ ۔" مناہل نے بات چٹکیوں میں اڑائی تھی۔

"مناہل حمدان کو گولی لگی ہے ۔" رباب نے آخر بتا ہی دیا تھا۔لائن کی دوسری طرف آتی آواز بند ہو گئی تھی۔

"مناہل ۔۔ سن رہی ہو ناں ۔" رباب نے کچھ دیر بعد پوچھا تھا۔

"رباب ۔۔وہ ۔ٹ۔۔ ٹھیک ہے ناں ۔؟؟" مناہل کی آواز گونجی تھی ۔اسکی آواز کی نمی رباب محسوس کر سکتی تھی۔

"ہاں ۔۔پتہ نہیں ۔۔وہ ارتضی اب آئی ہیں ۔۔میں جاتی ہوں ہاسپٹل ۔۔تم ۔۔تم فکر مت کرو مناہل ۔۔" رباب نے اسکو تسلی دینی چاہی تھی۔

"رباب ۔۔" مناہل نے سسکی بھری ۔

"مناہل پلیز میری جان یوں مت رو۔میں ابھی ہاسپٹل جاتی ہوں ۔پھر تمہیں صورتحال بتاتی ہوں ۔" رباب نے اسکو دلاسہ دیا تھا۔اور فون بند ہو گیا تھا۔

---

رباب کمرے میں ٹہل رہی تھی جب واش روم کا دروازہ کھلا تھا ۔اور ارتضی باہر آیا تھا۔

"مجھے حمدان کو دیکھنے ہاسپٹل جانا ہے۔" رباب نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔

"ہاتھ کیسا ہے اب تمہارا؟؟" ارتضی نے اسکا خفا خفا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میری بات کا یہ جواب نہیں ہے۔" رباب نے جھٹ کہا تھا۔

"اور میرے بھی سوال کا یہ جواب نہیں ہے۔میں پوچھا ہے کہ ہاتھ کیسا ہے اب تمہارا؟" ارتضی نے پھر اس سے پوچھا تھا۔

"آپ سے مطلب۔بہرحال آپ نے جو ہمدردی دیکھائی تھی میری مرہم پٹی کروا کے اسکا شکریہ۔اب جو پوچھ رہی ہوں اسکا جواب دیں۔" رباب کا لہجہ اب بھی روکھا ہی تھا۔

"چوٹ ہاتھ پہ آئی ہے مگر اثر دماغ پہ ہوا ہے۔ اجازت لے رہی ہو یا اطلاع دے رہی ہو۔" ارتضی نے اسکا لہجہ انجوائے کیا تھا۔

"جو مرضی سمجھ لیں۔" رباب اترائی۔

"اگر بتا رہی ہو تو کچھ طور طریقے سیکھ لو۔ اور اگر پوچھ رہی ہو تو اپنے لہجے میں تھوڑی تمیز لاؤ۔" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"اگر کہتے ہیں تو گھٹنوں کے بل گر کے اجازت مانگ لیتی ہوں۔" رباب کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی۔

"رباب۔۔۔ تم بات کو دوسری طرف کیوں لے جاتی ہو جس پوائنٹ پہ ہم لڑ پڑے۔" ارتضی نے خود کو اس پل بے بس محسوس کیا تھا۔

"تو ہم لڑ ہی رہی تھے ۔بات تو کبھی ہم نے نارمل انداز میں کی ہی نہیں ارتضی صاحب ۔" رباب نے جتایا ۔

"تو اس میں بھی مسز ارتضی آپکی ہی غلطی ہے ۔آئندہ میں تمہاری آنکھوں میں نمی نہ دیکھوں آئی سمجھ ۔" ارتضی نے اسکو بازو سے پکڑ کے پاس کیا تھا۔

"اب رونے پہ بھی پابندی لگا دی ہے ۔آپ چاہتے کیا ہیں آخر۔" رباب نے ایک اور شکوہ کیا تھا۔ارتضی اسکی گہری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔جہاں شکووں کا ایک جہاں آباد تھا۔

"میں کیا چاہتے ہوں ؟؟ یہ بات تم خود سمجھوگی ایک دن رباب ۔میری چاہت اتنی سیدھی نہیں ہے ۔بہت الجھی اور ٹیڑھی میڑھی ہے

۔"ارتضی نے اپنے انگوٹھوں سے اسکی آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تو اس چاہت سے ہی شادی کر لینی تھی ۔"رباب جلی ۔

"یہ بھی ایک راز کی بات ہے ۔"ارتضی نے رباب کو آنکھ ماری ۔رباب پیچھے ہٹی تھوڑی سی ۔ارتضی نے اسکا گریز بھانپ لیا تھا۔

"حوصلہ رکھو ۔اب اتنا بھی تمہارا دیوانہ نہیں ہوا کہ تمہیں دیکھ کے ہوش ہی کھو دوں ۔"ارتضی نے اسکو پاس کرتے ہوئے کہا تھا۔

"چھوڑیں ۔۔۔دیر ہو رہی ہے ۔"رباب منمنائی ۔

"ہاں دیر تو واقعی ہو رہی ہے ۔"ارتضی نے رباب کا چہرہ نظر میں سموتے ہوئے کہا تھا۔

"جی آنٹی ۔۔آ رہی ہوں ۔" رباب چیخی۔ارتضی ہڑبڑایا۔گرفت ڈھیلی ہوئی ۔رباب بھاگی اپنی پھولی سانسوں سمیت ۔بہانہ کارگر ثابت ہوا ۔

"افف ارتضی ۔۔تو تو گیا ۔" ارتضی نے اپنے دل کی حالت پہ غور کرتے ہوئے کہا تھا۔

---

رباب اور آنٹی فہمیدہ کو ڈرائیور ہاسپٹل لے آیا تھا۔ارتضی نے تھوڑا سا کام کر کے آنا تھا۔

"اسلام علیکم ۔" رباب نے اندر داخل ہوتے کہا تھا۔کمرے میں حمدان کی ماما تھی بس ۔ فہمیدہ آنٹی اور حمدان کی ماما جویریہ بیگم صوفے پہ بیٹھ چکی تھیں ۔

"اوئے ہیرو کیا کروا لیا ہے ؟؟" رباب نے حمدان کے بیڈ کے پاس آ کے کہا تھا۔جس کے ماتھے اور بازو پہ پٹی تھی۔گولی کندھے میں لگی تھی۔ڈریس لگی ہوئیں تھیں۔کمزور سا لگا تھا حمدان رباب کو۔یوں جیسے سارا خون نچوڑ گیا ہو۔

"کچھ بھی نہیں بس ایویں چھوٹا سا حادثہ ہو گیا ہے۔" حمدان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"اکیلی آئی ہو ؟؟" حمدان نے نا چاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا تھا۔

"تو اور کیا بارات لے کے آتی۔ صبح سے تم اپنے کھڑوس ٹیچر کی شکل دیکھ دیکھ کے اکتائے نہیں جو اب پھر انکا پوچھ رہے ہو۔" رباب جلی۔

"توبہ کر جاؤ رباب۔ اللہ کی گائے ہے تمہارا معصوم شوہر۔" حمدان نے اسکو چھیڑا۔

"مجھے لگتا ہے کہ اب تم نے مجھ سے پیٹنا ہے۔" رباب نے گھورا۔

"تمہاری گرل فرینڈ نہیں آئی؟؟" رباب نے کہا تھا۔

"پلیز رباب اب تم ماہم کا ذکر کیوں کر رہی ہو۔ اور وہ میری گرل فرینڈ کس صدی میں تھی بھلا؟؟" حمدان جو پہلے ہی دل برداشتہ تھا اب اور چڑا۔

"اچھا۔۔۔تو کون ہے پھر؟؟" رباب کو دلچسپی ہوئی۔

"شکل دیکھی ہے میری۔ کون بنے گی میری گرل فرینڈ۔" حمدان نے کہا تھا۔

"اب تم اپنی تعریف سننا چاہتے ہو تو سیدھے سے کہو۔ایک دنیا مرتی ہے تم پہ۔"رباب نے اسکو گھورا تھا۔

"ہے بس ایک کو ہی پرواہ نہیں ہے۔چاہے میں جیوں یا مروں۔"شکوہ پھسلا۔

"اچھا۔اور وہ کون ہے؟؟"رباب نے اسکو سوالوں میں الجھایا۔

"تم کو بتانے سے کیا ہو جائے گا۔"حمدان نے کہا۔

"میں اسکو سیدھا کر دونگی۔نخرے کیوں کر رہی ہے وہ گدھی اتنے۔"رباب جلال میں آئی۔

"گدھی نہ بولو اسکو رباب۔"حمدان نے اسکو گھورا۔

"کیوں نہ بولوں ۔ہے ہی وہ ایک نمبر کی گدھی ۔گدھی ۔" رباب نے اسکو ٹریپ کرنا تھا آج ۔

"اسنے تمہارا خون کر دینا ہے ۔" حمدان اسکو دھمکایا ۔

"ٹھیک ہو رہا ہے تمہارے ساتھ ۔نہ بتاؤ رکھو دل میں یوں ہی پھرتے رہنا ساری عمر ۔" رباب کو غصے آیا ۔

"تمہاری دوست ہے ۔مناہل ۔۔مناہل ابرار ۔بتاؤ اب کیا کرو گی تم ۔" حمدان نے آخر بتا ہی دیا تھا۔رباب کو تو گویا چار سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا تھا۔اسکو تو یقین نہیں ہو رہا تھا۔اتنی خوشی ۔افف۔

"سچ ۔۔" رباب چیخی۔

"ہاں بابا۔ آہستہ بولو ۔ مما لوگ دیکھ رہے ہیں ۔ اور تم بھی اس بات کو اپنے پیٹ میں رکھنا پہلے ہی تمہاری دوست نا جانے کیوں خائف رہتی ہے مجھ سے ۔ اب نیا اکاوئنٹ نہ کھل جائے میری طرف ۔" حمدان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"تم فکر ہی نہ کرو ۔ میں زرا ارتضی کو تمہاری کنڈیشن کا بتا کے آئی ۔" رباب کہتے باہر نکل گئی تھی۔ حمدان کسی کو تصور میں مخاطب کرتا آنکھیں موند گیا تھا۔

---

حمدان کی فیملی کے لوگ عیادت کے لیے آجا رہے تھے۔ ابھی رش کم ہوا تھا۔ رباب ابھی بھی ادھر تھی۔ فہمیدہ آنٹی چلی گئی تھیں اور ارتضی آگیا

تھا۔ارتضی اور حمدان ایک استاد اور ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے فیملی فرینڈز بھی تھے ۔

"تم تو ایک فیمس شخصیت ہو بھئی ۔آدھا شہر تمہاری عیادت کو آگیا ہے ۔"رباب نے کہا تھا۔

"ہاں بس جس کو آنا چاہئیے وہ نہیں آئے گی ۔"حمدان نے بیچارگی سے کہا تھا۔ارتضی جویریہ آنٹی کو کچھ کھلانے کیفے لے کے گیا تھا۔حمدان کے ڈیڈ اسکی رپورٹس لینے گئے تھے ۔تبھی دروازہ کھلا تھا اور لڑکیاں اندر داخل ہوئی تھیں ۔پہلے مقدس پھر نشاء اسکے پیچھے فضا اور آخر میں مناہل تھی۔جس نے بلو کلر کا فراک پہن رکھا تھا۔اداسی اسکے چہرے پہ رقم تھی۔حمدان تو جی اٹھا تھا۔رباب جب باہر گئی تھی تو اپنے گروپ کو کال کرنے گئی تھی ۔سب لڑکیاں حمدان کے بیڈ کے اردگرد کھڑی اسکا حال

چال پوچھ رہی تھیں ۔جبکہ مناہل دروازے کے پاس پڑے صوفے پہ ٹک گیا تھی۔وہ عجیب شش و پنج میں تھیں ۔ہاتھ آپس میں مسلتی کبھی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔ کبھی اوڑھا ہوا ڈوپٹہ ٹھیک کرتی ۔سانس لیتی جیسے وہ خود کو نارمل کر رہی تھی۔

"لوگ اتنی دور سے آ گئے ہیں مگر مجھ لگتا ہے صرف مروت میں چلے آئے ہیں ۔ورنہ انکی طرف سے کوئی جئے یا مرے ۔"حمدان نے مناہل کی شکل دیکھتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔مناہل کے آنسو چھلکنے کو بے تاب ہوئے ۔مگر ابھی ضبط لازم تھا۔

"مناہل جب یہاں تک چلی آئی ہو تو آگے بھی بڑھو ۔دیکھنا تم خالی نہیں لوٹو گی ۔"رباب نے اسکے پاس آتے سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔

"آؤ لڑکیوں آج میں تم لوگوں کو اپنے پیسے پہ عیاشی کرواؤں۔" رباب نے سب لڑکیوں کو کہا تھا۔

"ضرور۔چلو بھئی حمدان بھائی ہم کچھ کھا پی کے آئے۔" فضا نے کہا تھا۔اور باقی سب آگے پیچھے باہر نکل گئی تھیں۔اب کمرے میں حمدان تھا مناہل تھی اور خاموشی۔مناہل کا یہاں موجود ہونا ہی کافی تھا۔

"مجھے ابھی بھی کمزور مت سمجھو۔اگرچہ مجھے ان مشینیوں نے جکڑا ہوا ہے مگر میں اس قابل ہوں کہ اٹھ کے تمہارے آنسو صاف کر سکوں۔میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔تو مجھے مجبور مت کرو مناہل۔" حمدان نے خود سے دور بیٹھی مناہل کا آنسو اسکے ہاتھ میں گرتا دیکھ لیا تھا تو ٹرپ اٹھا تھا۔

"مناہل میں آج موت کے منہ سے نکل کے آیا ہوں ۔پتہ ہے سب سے تکلیف دہ کیا ہوتا ہے کسی اپنے سے بچھڑ جانے کا خیال ۔ مناہل میں ۔۔"حمدان کی بات کو مناہل نے کاٹا تھا۔

"یہ سب مذاق ہے کیا ۔گولی کھا کے ہاسپٹل پڑے ہیں ۔ کبھی سوچا ہے کہ کتنا خون نکلا ہو گا ۔اگر کچھ غلط ہو جاتا تو ۔۔نہیں آپکو کسی کی پرواہ نہیں ہے ۔آپ ۔۔۔آ۔۔آپ کیسے کر سکتے ہیں میرے ساتھ ایسا ۔۔بولیں اب ۔"مناہل تیر کی سی تیزی سے اٹھ کے آئی تھی اب اسکے سر پہ کھڑی پوچھ رہی تھی ۔حمدان مسرور سا اسکا لہجہ انجوائے کر رہا تھا۔اسکے اندر سکون اتر رہا تھا۔بے چینی کو قرار آرہا تھا۔

"حمدان میرا امتحان مت لیں ۔میرا اقرار مجھے ہی کمزور کر دے گا ۔"مناہل منمنائی ۔

"مجھے اب تمہارے اقرار کی ضرورت بھی نہیں مناہل ۔ تمہارا ساتھ ہی کافی ہے میرے لیے ۔ میں تمہیں کمزور نہیں پڑنے دونگا ۔" حمدان نے کہا تھا۔

"مجھ میں اور آپکی کلاس میں بہت فرق ہے ۔" مناہل بڑبڑائی ۔

"مجھے اس فرق سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ صرف تمہارے انکار سے فرق پڑتا ہے اتنا کہ سانسیں بند ہونے لگتی ہیں ۔" حمدان کے لہجے سے سچائیاں ٹپک رہی تھیں ۔

"مجھ سے نہیں ہو پائے گا ۔" مناہل کے لہجے میں اداسی تھی۔

"میں ساتھ نبھاؤں گا ۔" حمدان نے عہد کیا ۔

"اکتا جائے گے اس فرق کا بوجھ میرے لئے اٹھاتے اٹھاتے ۔تو بہتر ہے کہ بھول جائے اس قصے کو ۔"مناہل نے آگے کی سنائی تھی۔

"اگر اکتانا ہوتا تو اس وقت ہی اکتا جاتا جب آج سے دو سال پہلے میرے گھر ڈرائنگ روم میں صرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے پہ ایک زوردار تھپڑ کھایا تھا ۔ہر لمحے تمہارے انکار کی اذیت نہ سہتا ۔"حمدان نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"مم۔مجھے نہیں پتہ میں کیا کہوں مگر۔۔مگر میرے دل میں ہزاروں وسوسے ہیں ۔ایسی لاکھوں نصیحتیں ہیں جب کوئی اپنی کلاس سے اونچی ذات کے لوگ سے رشتے بنا لیتا ہے تو انکی ہائی سوسائٹی میں موو نہیں کر پاتا۔پھر رشتوں میں آہستہ آہستہ تناؤ آنے لگتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ رشتے

ہی دم توڑ جاتے ہیں ۔میں ایسی کوئی مثال نہیں بننا چاہتی ۔"مناہل نے صاف بات کہی تھی۔

"مناہل میں یہی کہوں گا کہ مجھے ایک موقع دو ۔آزمائش شرط ہے۔میں ہر لمحہ پل ساتھ نبھاؤں گا ۔یہ وعدہ ہے میرا ۔"حمدان نے مناہل کے وسوسوں کو سن کے کہا تھا۔

"میں اتنی خاص نہیں ہوں حمدان صاحب ۔ایک دن آپ ہی پچھتائے گے اس فیصلے پہ ۔یہ محبت ختم ہو جائے گی جس دن ۔"مناہل نے مزید کہا۔شاید وہ حمدان کی حد دیکھنا چاہتی تھی۔

"تو وہ دن حمدان قریشی کی زندگی کا آخری دن ہو گا مناہل۔" حمدان کے لہجے میں سچائیاں رقصاں تھیں۔آنکھوں میں عزم بول رہا تھا۔مناہل مزید نہ بول سکی۔

---

رباب راہدرای میں کھڑی کمرے کی چوکیداری کر رہی تھی۔وہ فی الحال کسی کو اندر جانے نہیں دے سکتی تھی خاص طور پہ اپنے شوہر تو بلکل بھی نہیں۔

لیکن کرنا کو کون روک سکتا ہے۔ارتضی صاحب سامنے سے کمرے کی طرف آتے نظر آئے تھے۔

"افف خدایا آ گئے لیکچرار۔اب اس بندے کو کیسے روکوں۔" رباب بڑبڑائی۔

"جی۔کدھر؟؟۔" ارتضی نے ایک نظر بلکل کمرے کے دروازے کے آگے کھڑی رباب پہ ڈالی تھی جو اس سے سوال کر رہی تھی۔

"ہٹو آگے سے۔اندر جانا ہے مجھے۔" ارتضی نے کہا تھا۔

"کیوں اندر کیوں جانا ہے۔آپ ڈاکٹر ہیں کیا؟" رباب نے پوچھا تھا۔

"رباب اب کیا سونگھ گیا ہے تمہیں۔ہٹوں آگے سے۔" ارتضی نے اسکو گھورا تھا۔

"آپ اندر نہیں جا سکتے۔" رباب نے صاف کہا۔

"کیوں اندر کیا ہے۔کرفیو لگا ہے۔" ارتضی کو غصہ آیا۔

"یوں ہی سمجھ لیں۔" رباب اٹھلائی۔

"رباب تم مجھے اب غصہ دلا رہی ہو۔ یہ ہاسپٹل ہے گھر نہیں۔ یہاں سین نہ کریٹ کرو۔" ارتضی نے اسکو ڈپٹا۔

"آپکو ہر وقت غصہ ہی آتا ہے۔ چاہے گھر ہو یا ہاسپٹل۔ کوئی نئی بات تھوڑی ہے۔" رباب نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"تم یوں نہیں مانوں گی۔" ارتضی نے اسکو کہتے ہی اسکی کلائی پکڑ کے سائیڈ پہ کیا تھا۔

"کیا ہے آپکو۔ اندر دو پیار کرنے والے آپس میں وقت گزار رہے ہیں آپکو کیوں ہضم نہیں ہو رہے۔ آپ میں تو پیار کا سوفٹ وہیر نہیں ہے مگر جو

دوسرے ہیں انکو تو یہ وقت انجوائے کر لیے دیں۔" رباب کی زبان پھسلتی جا رہی تھی۔

"پیار کے لیے کسی سوفٹ وئیر کی ضرورت نہیں ہوتی مسز۔ میرا ہاضمہ چھوڑو تم بس ابھی میری شرافت کو ہضم کرو۔" ارتضی نے اسکے کان کے پاس جا کھ سرگوشی کی تھئ۔ رباب تو پچھتا رہی تھی کیوں اس سے پنگا لے لیا۔

"یہ تم لو گرو بننا چھوڑ دو۔ میری چاہت والی ایک بات تک تو تم آج تک رسائی حاصل نہیں کر سکی۔ تو یہ سب تم سے نہیں ہو گا۔ سائیڈ پہ ہو تم۔" ارتضی اسکو چھیڑتا کہتا ایک سائیڈ پہ کر کے اندر چل گیا تھا۔ اور رباب اپنی بے عزتی پہ کھولتی رہ گئی تھی۔

"سر آپ ۔آئیں ۔" ارتضیٰ کو اندر آتا دیکھ کے حمدان بولا تھا۔ مناہل بیڈ کے پاس رکھی کرسی پہ بیٹھی تھی۔

"مذکرات کامیاب ہوئے پھر؟" ارتضی نے شرارت سے پوچھا تھا۔ مناہل کا منہ کھلا رہ گیا یہ ہی حال اندر آتی رباب کا تھا۔ دونوں حیران تھی کہ ارتضیٰ کو اس بات کا علم تھا۔

"بس دعا کریں ۔بظاہر تو کامیابی نظر آرہی ہے ۔" حمدان نے ہنستے ہوئے شرارت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

"بہترین ۔مگر ایک نصیحت سن لو میری۔ اپنا لو گرو پلس چوکیدار تبدیل کر لو ۔ان سے یہ سب کام نہیں ہو سکتے ۔وہ کیا ہے ناں کہ کچھ لوگوں کی عقل موٹی ہوتی ہے ۔تو یہ بھی ان میں سے ایک ہیں ۔تمہاری نیا بھی

ڈوبوں نہ دیں۔" ارتضی نے جملہ کسا تھا۔رباب نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں تھیں۔

"میں نکل رہا ہوں۔ڈرائیور کے ساتھ سیدھا گھر آجانا۔" ارتضی اسکے پاس سے کہتا گزر گیا تھا۔

"میں نہیں آؤنگی گھر۔سن لیں۔لے آئے کسی عقل کی پتلی کو۔" رباب چیخی تھی۔مناہل اور حمدان کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔

"چپ کرو تم دونوں۔اس کھڑوس انسان نے مجھے طعنے مار مار کے ویسے ہی مار دینا ہے۔" رباب روہانسی ہوئی۔

"رباب تمہیں کب عقل آئے گی۔اپنے شوہر کو ایسے نہیں کہتے۔" مناہل نے ٹوکا تھا۔

"ہائے اللہ صدقے جاؤں ۔جب حمدان تمہیں ستائے گا شادی کے بعد تب پوچھوں گی ۔" رباب نے مناہل کو کہا تھا۔ مناہل تو شرم سے لال پڑ گئی تھی۔

"ضرور پوچھنا ۔" حمدان نے بھی کہا تھا۔

"تو کیا آپ مجھے تنگ کرے گے ۔" مناہل روانی سے بولی ۔پھر خود ہی شرمندہ ہوئی ۔

"اوہے ہوئے۔" رباب نے چھیڑا تھا۔

"رباب۔" مناہل نے اسکو ٹوکا ۔شرم سے لال پڑتی مناہل نے اسکو تنبیہ کی ۔

حمدان نے یہ منظر آنکھوں کے راستے دل میں محفوظ کیا تھا۔

---

سب ایک کمرے میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ گھمبیر خاموشی تھی۔ سناٹا جو دل کو چیرتا محسوس ہو رہا تھا۔

"تم اتنی بے حس کیسے ہو سکتی ہو۔" ارتضی کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا تھا۔

ارتضی کو کچھ دیر پہلے ڈیرے پہ کال کر کے مجتبی ملک نے بلایا تھا اور صورتحال سے آگاہ کیا تھا۔

"کیسی بے حسی میں صرف اپنے گھر والوں کو محفوظ دیکھنا چاہتی ہوں صاب۔" ثریا نے احتجاج کیا۔

"یہ بے حسی نہیں تو اور کیا ہے۔چلو فرض کیا بھی کہ تم نے اپنے گھر والوں کو محفوظ کر بھی لیا تو انکی آنے والی نسلیں پھر بھی محفوظ نہیں ہونگی ان درندوں سے۔وہ دیکھو سامنے بیٹھے انسان کو جو صرف تم لوگوں کی خاطر اس آگ میں کودا تھا۔کیا ملا اسکو اپنا آشیانہ جلا بیٹھا۔اپنے دو بازو کھو دئیے اسنے۔کس کی خاطر تم لوگوں کی عزتوں کی خاطر۔اپنے وفادار کم سن ملازم کھویا۔کس لیے تم لوگوں کے انصاف کے لیے۔بدلے میں اسکو کیا ملا۔اور۔۔۔" ارتضی کچھ پل کو رکا تھا۔مجتبی ملک ہارے ہوئے بیٹھے تھے۔

"تم اس آخری وقت میں پیچھے ہٹ رہی ہو۔کیوں چاہتی ہو کہ یہ ظلم جاری ہے۔کیوں چاہتی ہو کہ یہ تاریخ دہرائی جائے۔وہ درندے کسی کی بھی عزت کو تارتار کرتے رہے۔بچوں کو یتیم کرتے رہے۔لوگوں کے حق کھاتے رہے۔اور تم سب لوگ خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہو کیوں ۔؟؟؟جس شخص نے آواز اٹھائی ہے اسکو تو بے سہارا نہ چھوڑو۔"ارتضی کا بس نہیں تھا چل رہا۔

"پرسوں پیشی ہے۔عین موقع پہ گواہوں کا غائب ہونا جانتی ہو اسکا مطلب ۔سب کئے کرائے پہ پانی پھر جائے گا۔وہ شیطان آزاد دندناتے پھریں گے۔تم اس کیس کی ہم گواہ ہو اور تم ہی پیچھے ہٹ رہی ہو۔ٹھیک ہے کل تک کا وقت ہے تمہارے پاس تم سوچ سمجھ کے بتا دو ایک بات پھر ۔"ارتضی نے کہا تھا۔ثریا سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"نہیں بیٹا کسی کو تم مجبور نہ کرو۔ ٹھیک ہے بیٹی تمہارا کو فیصلہ ہے ہمیں منظور ہے۔ خوش رہو۔ خدا تمہیں محفوظ رکھے۔" مجتبی ملک نے کہا تھا۔ اور واپسی کے لیے اٹھے تھے۔

"رکیں ملک صاب۔" ثریا کی آواز گونجی تھی۔ ساتھ چلتے ارتضی کے بھی قدم تھمے تھے۔ دونوں نے پیچھے مڑ کے ثریا کی جانب دیکھا۔

"میں تیار ہوں۔ ان ظالموں کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے۔ انکا ڈر اب مجھے اور نہیں ڈرا پائے گا۔ میں پرسوں ہر حال میں کورٹ میں پیش ہونگی اور فتح یاب بھی ہونگی۔ بس آپ سب سے ایک گزارش ہے میرے گھر والوں کا خیال رکھیں گا۔" ثریا نے اب ہاتھ جوڑے تھے۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہو بیٹی ۔ بیٹی کہا ہے تمہیں ۔ تم فکر مت کرو ۔" ملک صاحب نے کہا تھا۔

---

عناب فائل تیار کر کے ابھی کمرے میں آئی ہی تھی کہ اسکے سیل پہ میسج ٹون بجی تھی ۔ اسنے ہاتھ بڑھا کے موبائل اٹھایا تھا ۔ اس دوران پھر واٹس ایپ بپ ہوئی ۔ میسج کھول کے دیکھا تو سر آرب کا میسج تھا۔ آج پہلی بار اسکا میسج موصول ہوا تھا۔ عناب کو غصہ آیا تھا۔ کیونکہ پچھلا واقعہ اسکے ذہن پہ نقش تھا۔

"ہیلو مسز۔ہنی ،سویٹ ہارٹ، اینگری برڈ،لائف ،کپ کیک ۔"ایک وائس کلپ تھا اور ساتھ ہارٹ ایموجز تھے ۔عناب کو تو چڑھ تپ گئی تھی۔

"شرم کر جائیں ۔"عناب نے بھی غصے سے وائس میسج کیا تھا۔

"ارے ارے اس میں شرم کہاں سے آگئی ۔اب میں اپنی بیوی سے رخصتی ہونے تک بات تو کر سکتا ہوں ناں ۔"آرب کی پرشکوہ آواز وائس میسج میں ابھری تھی۔

"فضول باتیں مت کریں یہ بتائیں ۔میسج کیوں کیا ۔؟؟ملک صاحب ۔۔۔"عناب نے ملک صاحب پہ خاصا زور دیا تھا۔وہی تان ملک صاب والی ۔

"اف خدایا ۔"آرب چڑا ۔

"جی مسز ملک ۔آپکی یاد آرہی تھی۔"آرب خود کو پرسکون کرتا عناب کو تپا گیا تھا۔

"خبردار میرے نام کے ساتھ ملک نامہ لگایا ۔"عناب نے بغیر کسی لحاظ کے کہا تھا۔آرب اب کے جھنجھلایا تھا۔اتنی بھی کیا نفرت اب ۔مگر ابھی وہ عناب پہ غصے کر کے اسکو رلانا نہیں چاہتا تھا اب جبکہ وہ اس سے دور تھی کیونکہ اسکو پتہ تھا کہ اگر اسنے کوئی سخت بات کر دی تو عناب نے ساری رات رو رو کے برا حال کر لینا ہے ۔

"بیوی نام تو کیا آپکی پوری زندگی اس ملک کے ساتھ جوڑ چکی ہے ۔"آرب نے میسج کیا تھا۔

"کام بتائیں ۔" عناب نے اب کے دو لفظی میسج کیا تھا بجائے وائس میسج کے ۔جواب میں آرب کی طرف سے ڈھیروں ہارٹ اور کس ایموجز موصول ہوئے تھے ۔عناب چڑ گئی تھی ۔غصے سوا نیزے پہ پہنچ چکا تھا۔

"خبردار آج کے بعد مجھے میسج کیا تو ۔میں بلاک کر رہی ہوں آپکو ۔" عناب نے غصیلی آواز سے میسج کیا تھا۔

"اف توبہ اتنا غصہ ۔جب سامنے بیٹھا کے اظہار کروں گا تب کیا کرو گی ملکہ عرب ۔" آرب نے جوابی میسج کیا تھا۔

"سر پھوڑ دونگی ۔" عناب نے بنا لچک کے کہا تھا۔

"افف ظالم بیوی ۔" آرب بولا تھا۔لہجے میں شرارت تھی۔

"اچھا اچھا کول ڈاؤن ۔ملکہ عرب ۔ایک ڈاکیومنٹ بھیجنے لگا ہوں اسکا پرنٹ آؤٹ چاہیے ہے کل کی میٹنگ میں ۔تو یہ کام لازمی کر لینا ۔اب سو جاؤ ملکہ عرب ۔اپنا خون مت جلایا کرو ۔ہیو آسویٹ ڈریمز آف یور ملک آرب ۔"آرب نے میسج کر کے موبائل رکھ دیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا اب وہ غصے میں اپنا موبائل دور پھینک دے گئ ۔جواب دینا تو دور کی بات تھی۔

"نوکر نہیں لگی میں آپ کی ۔پرنٹ آؤٹ چاہئے ڈاکیومنٹ کا ۔"عناب نے اسکی نقل اتاری تھی۔

"مل ہی نہ جائے آپکو کل پرنٹ ۔اب نتیجہ بھگتے زرا ۔"عناب دل ہی دل میں کچھ سوچتی جلتئ کڑھتی سونے کو لیٹ گئی تھی۔

---

اگلی صبح آفس میں خاصی گہما گہمی تھی۔ہر کوئی بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔عناب بھی آفس آچکی تھی مگر آرب مجتبی کہی نظر نہیں آرہا تھا۔وہ تیزی سے آگے بڑھی اور آرب کے آفس میں دستک دے کے داخل ہوئی تھی۔

"شکر ہے تم آگئی عناب ۔اب جلدی سے مجھے وہ فائل دے دو جو سر آرب نے بولا تھا ۔"حماد عجلت میں بولتا اندر داخل ہوا تھا۔

"کونسی فائل ؟؟"عناب نے اچھنبے سے پوچھا ۔وہ واقعی ہی اس بات کو بھول چکی تھی۔

"اوہ عناب ۔وقت نہیں ہے کورین ڈیلیگیٹ آچکا ہے۔جن پیپرز کا پرنٹ آؤٹ نکلوانے کو سر نے بولا تھا وہ دو مجھے ۔"حماد نے اسکو پھر کہا تھا۔

"وہ جو رات اس واہیات گفتگو کے دوران بھیجے تھے۔" عناب کو یاد آیا تھا۔

"وہ ہی ہونگے۔ کدھر ہیں دیکھاؤ مجھے۔ وہ کنٹریکٹ پیپرز ہیں۔ اور اسکے علاوہ اس میں میٹنگ کے حوالے سے بھی کونفیڈنشل پیپرز تھے۔" حماد نے تفصیلاً بتایا۔

"سر حماد۔۔۔ وہ تو۔۔" عناب منمنائی۔

"حماد آگئی ہیں عناب۔ ان سے فائل لی؟؟" تبھی پیچھے سے اندر آتے آرب کی آواز آئی تھی۔

"جی سر آگئی ہے عناب۔" حماد نے کہا تھا۔

"عناب فائل دیں جلدی سے ۔اور آپ بھی میٹنگ روم میں آجائے فوراً ۔لیٹ آنے پہ بعد میں بات ہوگی آپ سے ۔"آرب نے ٹیبل کے دراز سے کچھ نکالتے ہوئے عجلت میں پوچھا تھا۔

"مم۔مجھے کیا پتہ تھا وہ اہم پیپرز ہیں ۔آپ ۔۔آپکو بتانا چاہیے تھا سر آرب ۔"عناب نے سارا الزام آرب پہ تھوپا۔ایک پل کو تیزی سے چلتا آرب کا ہاتھ رکا تھا۔چہرے پہ ہلکی سی پریشانی کی لکیر ابھری تھی۔مگر پھر وہ نارمل ہوا تھا۔ایک نظر عناب پہ ڈالی جو اسکو ہی دیکھ رہی تھی۔عناب کو پچھتاوا ہوا۔

"حماد میرے ساتھ آؤ۔"آرب تیزی سے کہتا عناب کے پاس سے گزار گیا تھا۔عناب کو افسوس نے گھیر لیا تھا۔

"اب کیا ہوا گا ۔میری وجہ سے یہ سب ہو گیا۔"عناب نے حماد سے پوچھا تھا۔

"ڈیل بھی کینسل ہو سکتئ ہے ۔"حماد نے پریشانی سے کہا تھا۔

"کیا ۔"عناب صدمے سے چیخی۔

"ہاں عناب ۔کڑوڑوں کا نقصان الگ ہوا گا اور کمپنی کی ریپوٹیشن الگ خراب ہو گی ۔"

"کچھ کریں حماد سر ۔اتنا نقصان ہو جائے گا میری وجہ سے۔"عناب روہانسی ہو گئی تھی ۔

"میں سر کو دیکھتا ہوں ۔اس سے پہلے کہ مجھے بھی ڈانٹ پڑ جائے ۔" حماد فکر سے کہتا باہر کو لپکا تھا۔عناب وہی کرسی پہ فکر سے ڈھ گئی تھی۔اب کیا کرے کیا نہ کرے ؟ان سوالات کی گردان اسکے اردگرد گرداش کر رہی تھی۔

---

کچھ دیر بعد ہمت کرتی وہ میٹنگ روم میں جانے کو نکلی تھی ۔ تبھی اسکو کوئی نیا چہرہ نظر آیا تھا۔یہ ایک نارمل قد کی عورت تھی جس کے بال شولڈر کٹ تھے۔سفید رنگت ۔چھوٹی آنکھیں ۔ منی سکرٹ پہنا ہوا تھا۔وہ اپنے دھیما میں تیزی سے آتی عناب سے ٹکرا گئی تھی۔

"سوری ۔"عناب منمنائی تھی۔جواب میں سامنے والی نے کچھ الفاظ بولے تھے جو عناب کو سمجھ نہ آسکے تھے ۔

"جی ۔۔"عناب کے دوبارہ پوچھنے پہ وہ اپنے موبائل سے سر اٹھا کے اسکے طرف متوجہ ہوئی تھی ۔اور ایک لمبا جملہ ادا کیا تھا۔عناب کو اب کے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی اور غیر ملکی ہے ۔اب نئی مصیبت تھی ۔عناب کو تو اسکی سمجھ نہیں آرہی تھی۔عناب اسکو اب دیکھنے میں مصروف تھی مقابل اب اس سے جواب کی منتظر کھڑی تھی۔اور ایک بار پھر اس عورت نے اپنا جملہ دھرایا تھا۔عناب سچ میں رونے والی ہو گئی تھی۔

"اوئے عناب تم ادھر کیا کر رہی ہو ۔اندر میٹنگ روم میں چلو ۔سر آرب پہلے ہی غصے میں ہیں ۔"دیبا نے اسکے پاس آتے کہا تھا۔

"یہ کچھ پوچھ رہی ہیں ۔مگر مجھے سمجھ نہیں آرہا ۔اور انکو پہلی مرتبہ میں آفس میں دیکھا ہے ۔"عناب نے اپنی پریشانی بتائی تھی۔

"افف عناب تم کس دنیا میں رہتی ہو ۔یہ ڈیلگیشن آیا ہوا ہے یو ایس سے صبح سے اس میں کوریا کے بھی کچھ ممبرز ہیں انکے ساتھ ہماری ڈیل فائنل ہونی ہے ۔یہ انکی ایک ممبر ہے ۔"دیبا نے عناب کو بتانے کے ساتھ ہی اس کورین عورت سے کچھ کہا تھا۔تو وہ بدلے میں مسکرائی تھی۔

"عناب تم نے انکو ناراض کر دیا ۔اب ہیلو بولو اور سوری کرو انکو باراض کرنا اچھا نہیں ہو گا پہلے ہی سر غصے میں ہیں ۔"دیبا کے کچھ سوچ کے بولی تھی۔

"ہاں دیبا آرب سر تو پہلے ہی ناراض ہیں مجھ سے ۔بولو کیا کروں میں اب ۔"عناب نے اس ہی جلدی بازی کا مظاہرہ کیا جس کی دیبا اس سے توقع کر رہی تھی۔

"عناب انکے سامنے یوں جھکو ۔یہ کچھ بھی کہیں تو تم نے جواب میں جھکنا ہے ۔یہ انکے ہاں کا کلچر ہے ۔"دیبا نے کا تھا۔

عناب ایک منٹ کی دیر کیے بغیر جھک پڑی تھی۔کورین عورت نے عناب کو دیکھا تو وہ جواباً مسکرائی تھی اور خود بھی زرا سا جھکی ۔

اب عناب میڈم زرا پرجوش انداز میں اسکے آگے جھکی تھی۔

کورین عورت اب سوالیہ انداز سے جھکی عناب کو دیکھ رہی تھی۔یہ حرکت عناب نے کوئی سات مرتبہ کی ہو گی ۔یہ منظر میٹنگ روم کے

سامنے ہو رہا تھا۔آرب نے کچھ بریف کرتے ہوئے یہ منظر دیکھا تھا ۔اور سمجھ آنے پہ وہ بڑبڑایا تھا۔

"فما اروع ھذا المثال(کیا عمدہ نمونہ ہے)"آرب کو سمجھ آگئی تھی کہ اس کو بدھو بنا گیا ہے ۔

اب عورت بڑبڑاتی میٹنگ روم کی طرف آگئی تھی ۔اور عناب روتی صورت لیے رہ گئی تھی۔ تبھی کب سے کنٹرول کرتی دیبا کا قہقہہ چھوٹا تھا۔عناب پہلے تو غائب دماغی سے دیبا کو دیکھتی رہی جب بات کی سمجھ آئی تو وہ غصے سے لال پیلی ہوتی آنکھوں میں دیبا کا خون پینے کا عزم لیتی اسکی جانب مڑی جو اب اپنے بچاؤ کے لیے بھاگ نکلی تھی۔

---

رباب ہاسپٹل سے واپس آچکی تھی ۔ حفصہ اور تحریم سے گپیں لڑانے کے بعد کمرے میں آگئی تھی ۔آج خاصی سردی تھی۔شام سے ہی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں اب تو سردی نے اور شدت اختیار کر لی تھی۔رباب جب کمرے میں آئی تو خالی کمرہ منہ چڑا رہا تھا۔رباب نے گھڑی کی طرف نظر دوڑائی تھی تو سوئی گیارہ کا ہندسہ کراس کئے ہوئے بھی بیس منٹ ہو گئے تھے ۔

"بندہ کال کر کے بتانے کی ہی زحمت کر لیتا ہے کہ کہاں ہوں میں ۔"رباب بڑبڑائی ۔سر جھٹک کے واش روم گئی ۔واپس آ کے بیڈ پہ بیٹھ گئی تھی ۔ابھی بھی ارتضی نہیں آیا تھا۔باہر ٹھنڈی ہوا نے اودھم مچا رکھا تھا اور اب تو بادل بھی گرج رہے تھے ۔رباب کا دل سہم گیا تھا۔کھڑکیوں کے شیشے کھلے تھے اور ہوا سے پردے ہل رہے تھے ۔ بجلی کی

گرج چمک سے رباب کا دل سہم گیا تھا۔رباب جلدی سے اٹھی اور کھڑکیاں بند کر کے پردے آگے کئے تھے ۔غصے سے وہ اور بھر گئی تھی۔چند منٹ اور گزرے گئے تھے ۔رباب کو رہ رہ کے ارتضی پہ تاؤ آ رہا تھا۔ تبھی کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور رباب سپرنگ کی سی تیزی سے اچھل کے بیڈ سے کھڑی ہوئی تھی۔دروازے سے ارتضی کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔

"مل گیا آپکو وقت گھر آنے کا ؟؟ابھی بھی نہ آتے ۔وقت دیکھا ہے آپ نے کیا ہو گیا ہے ۔اوپر سے موسم کا حال بھی دیکھ لیں ۔دل دہلا دینے والا موسم ہے ۔انسان کو کچھ خیال ہونا چاہئیے ۔"رباب نے بلا تکان بول رہی تھی جب ارتضی نے اسکے کمر میں ہاتھ ڈال کے اسکو پاس کیا تھا۔

"اتنا غصہ ۔۔۔مس کر رہی تھی مجھے مسز ارتضی۔"ارتضی نے گھمبر لہجے میں کہتے اسکے گال سے بال ہٹائے تھے ۔

"غصہ کہاں کر رہی ہوں ابھی میں ۔موسم دیکھیں زرا کتنا خوفناک ہے ۔مگر نہیں ۔۔آپکو کیا اس سے۔چاہے کوئی ڈر ڈر کے مر جائے ۔"رباب کو غصے میں اسکی قربت کا احساس بھی نہ ہو رہا تھا۔

"چاہے موسم جتنا بھی خطرناک کیوں نہ ہو تم سے کم ہی ہے ۔اور مسز ڈر سے کبھی کوئی مرا ہے ؟؟"ارتضی پہ موسم کا رنگ چڑھا لگ رہا تھا۔

"ابھی میں نے آپکو خطرناک بن کے دیکھایا ہی کہاں ہے ۔انسان ایک فون ہی کر دیتا ہے مگر نہیں ۔چلیں فون نہ سہی انسان ایک میسج ہی کر دیتا

ہے ۔میں کب سے ہلکان ہو رہی تھی۔"رباب کا غصہ کسی صورت کم نہ ہو رہا تھا۔

"رباب ۔کیا ہو گیا ہے ۔آتو گیا ہوں میں ۔"ارتضی اتنی فکر پہ نہال ہو رہا تھا۔

"ہاں تو نہ آتے ۔رہتے جہاں گئے تھے ۔"رباب نے کہتے ساتھ ہی اسکے ہاتھ جھٹکے تھے اور اسکے حصار سے نکلی تھی۔

"تھوڑا سا لیٹ آنے پہ یہ حال ہے زوجہ محترمہ کا ۔اگر آج رات باہر رک جاتا تو تم نے دنیا ہلا دینی تھی ۔"ارتضی نے جیکٹ اتار کے رکھتے ہوئے اسکو چھیڑا تھا۔

"بڑی ہری ہری سوجھ رہی ہیں ناں ۔گئے کہاں تھے آپ ۔۔" رباب کا ماتھا ٹھنکا تھا۔وہ پوری کی پوری ارتضی کی طرف گھومی تھی ۔وہ بیڈ پہ اسکے پاس بیٹھا اپنے جوتے اتار رہا تھا۔رباب کی اس تفتیش پہ اسکا ہاتھ رکا تھا ایک پل کو اور جاندار مسکراہٹ اسکے چہرے پہ آئی تھی۔جسکو اسنے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا تھا کہ میں کہاں تھا ؟؟" ارتضی نے مسکراتے ہوئے الٹا رباب سے سوال کر دیا تھا۔

"مجھے تو جیسے بتا کے گئے تھے ناں ؟؟یا میں کوئی نجومی ہوں جسکو پتہ ہو گا ۔یا مجھے سے آپ اپنے راز شئیر کرتے ہیں ۔" رباب فل تپی ہوئی تھی ۔

"اتنا غصے کس چیز پہ آ رہا ہے میری بیوی کو ۔جب شوہر گھر آتا ہے تو اچھی بیوی کو چاہئیے کہ شوہر سے کھانے پینے کا پوچھ لے "ارتضی نے اسکا تپا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بقول آپکے میں تو موٹی عقل کی ہوں ناں ۔جہاں سے آئے ہیں وہاں آپکو کھانا نہیں دیا کسی نے ۔"رباب کی انوسٹگیشن ختم ہونے کا نام نہیں تھی لے رہی ۔

"اب ساری رات لڑنے کا موڈ ہے کیا ؟؟کیوں خون جلا رہی ہو اپنا ۔"ارتضی نے ہنستے ہوئے کہا تھا اور اسکا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"چھوڑیں ہاتھ میرا ۔اب بہت فکر ہو رہی ہے میری ۔جو پچھلے دو گھنٹوں سے میں اس گرج چمک کے موسم میں ڈر زی نڈھال ہو رہی تھی اسکا کیا ۔افف دیکھیں بجلی کی آوازیں کتنی آ رہی ہیں ۔" رباب نے کہا تھا ساتھ ہی پھر زوردار بجلی کڑکنے کی آواز سنائی تو رباب ارتضی کی طرف ڈرتے کھسکی تھی۔ارتضی نے اسکے سراپے کو بازوؤں میں بھر کے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"اب ٹھیک ہے ؟؟ڈر تو نہیں لگ رہا میری زوجہ کو ۔" ارتضی نے اسکے کانوں سے بال پیچھے ہٹا کے سرگوشی نما آواز میں کہا تھا۔رباب کو اصلی معنوں میں اب ہوش آیا تھا۔وہ شرم سے دوہری ہو گئی تھی ۔رات کا فسوں انگیز پہر ۔اوپر سے موسم کے تیور ۔اور ارتضی کی مہربانیاں ۔

"مم۔۔۔وہ۔۔۔کھانا۔۔میری مطلب۔۔۔ہے کہ کھانا لے آؤ۔۔آآپ کے لئے۔۔" رباب منمنائی تھی۔ارتضی کی گرفت مضبوط تھی۔

"نہیں بھوک نہیں ہے۔جو تھی وہ بھی اڑ گئی ہے۔" ارتضی نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ک۔۔کیوں۔۔" رباب نے پہلی بار اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی جسارت کی تھی۔جہاں رنگوں کا جہاں آباد تھا۔رباب ایک پل کو ٹھٹکی کہاں وہ کھڑوس پروفیسر ارتضی اور کہاں یہ ارتضی۔

"کیونکہ۔۔کیونکہ مجھے عقل کی پتلی نے کھانا کھلا کے بھیجا ہے۔" ارتضی کے کہنے کی دیر تھی رباب بجلی کی سی تیزی سے اسکا حصار توڑتی نکلی تھی۔

"آپ ۔۔۔رہتے اسکے پاس ہی ۔گھر کیوں آئیں ہیں آپ ۔۔مجھے تو پہلے ہی شک ہو رہا تھا۔" رباب پھر شروع ہو گئی تھی۔ارتضی کی توقع کے عین مطابق وہ پھر بھڑک اٹھی تھی ارتضی ہنستے ہوئے اسکی حالت ملاحظہ کر رہا تھا۔

"اوئے عقل کی موٹی عورت ۔میری پیاری ساسو ماں نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا کے بھیجا ہے ۔انکی بات کر رہا ہوں میں ۔اپنا رنگ مت جلاؤ تم سوچ سوچ کے ۔فریش ہو کے آتا ہوں باقی انکوئری تب تک کے لیے اٹھائے رکھو۔" ارتضی اسکو جلتا بھنتا دیکھ کے کہتا واش رومُ میں گھس گیا تھا۔

---

ناول کی آخری قسط پندرہ دسمبر کو ملاحظہ کریں ۔صرف اور صرف کلاس

اردو میڑیل ویب پر ۔